عصری اقتصادی مسائل اور تعلیمات قرآن

پروفیسر شاہ محمد وسیم، علی گڑھ

قرآن کریم کا پیغام تمام بنی نوع انسان کے لئے ہے، مسلمان کے لئے ہے، مومن اور صاحبان تقویٰ کے لئے ہے۔ کی تلاوت کرنے والوں کو یہ پیغام ملتا ہے کہ ہم سب خدا ئے برحق ورحمٰن ورحیم کی مخلوق ہیں، وہی وحدہ لاشریک ہم سب کا رب ہے۔ لہٰذا ہمیں اسی کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنا چاہئے جو صراط مستقیم ہے، ہمیں اسی کے احکام کی پیروی کرنا چاہئے، تاکہ ایک صحتمند معاشرہ اور نظام معاشرت قائم ودائم رہے، جس میں سب کو زندہ رہنے کا حق ملے، نہ کوئی کسی کا حق دبائے اور نہ اپنا حق کھوئے۔ وسائل کا استعمال وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلاَتُسْرِفُوا(سورہ الاعراف آیت ۳۱) مقرر کردہ حدود میں رہ کر کیا جاوے۔ اس شرط کے ساتھ کہ وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلاَتُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ☆ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا[۱] اور تو دیدے قرابت دار کو اس کا حق اور مسکین اور مسافر کا بھی اور مت خرچ کر بیجا مصارف میں ۔ یقیناً بیجا صرف کرنے والے بھائی شیطان کے اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی منکر ہے'' اس طرح وسائل اور مواقع کا بٹوارہ عین موجب عدل ہوگا۔

وسائل اور دولت اور اس کو حاصل کرنے کے مواقع کے غیر عادلانہ بٹوارے کی صورت میں حقوق پائمال ہونے لگتے ہیں، اور امیر وغریب ، خوشحال اور بدحال افراد اور گروہ ظہور پذیر ہوتے ہیں، جن کے درمیان رسہ کشی ، استحصال اور خودغرضی کو بڑھاوا ملتا ہے۔ آیئے ! ہم اس صورت حال کا تجزیہ کریں اور مسائل کا حل تعلیمات قرآن کی روشنی میں تلاش کریں:

جب یہ سوال کیا جاتا ہے کہ ہماری اس دنیا میں ، جہاں اتھل پتھل اور افراتفری ہمارا ہر روز کا مشاہدہ ہے، مسائل ہی مسائل کیوں نظر آتے ہیں ، تو جواب دینے والے بہت کچھ اور کچھ بھی کہہ سکتے ہیں ! لیکن اگران سے کہاجائے کہ بے اطمینانی، بے وجہ جنگ وجدال ، آپسی تعلقات میں ایک دوسرے سے کشیدگی اور اسی طرح کی دوسری باتوں کی وہ ایک اور صرف ایک لفظ میں بیان کردیں، تو بات ذرا مشکل نظر آتی ہے۔ مگر دراصل ایسا نہیں ہے، کیونکہ کہنے والا کہہ سکتا ہے'' نا انصافی '' کیونکہ عدل کے مفقود ہونے کی وجہ سے چاہے وہ کلی طور سے ہو یا جزوی طور سے بے اطمینانی کی فضا پنپنے

لگتی ہے، جس کے عمل اور ردعمل کے نتیجے میں وہ عمل ظہور پذیر ہوتے ہیں ۔ جو خود بھی اکثر عدل وانصاف کو بالائے طاق رکھ کر خود غرضانہ طور پر سرگرم عمل ہوتے ہیں۔ اگر مرکز میں ذرا سی بھی بے اعتدالی ہوتی ہے تو مرکز کے چاروں طرف بے اعتدالی اور برائیاں تناسب سے کہیں زیادہ ہوتی چلی جاتی ہیں، بالکل اسی طرح ایک ٹھہری ہوئی سطح آب پر ایک چھوٹا سا پتھر پھینکنے جانے سے اس کے اطراف میں پہلے لہر کا ایک چھوٹا سا دائرہ نمودار ہوتا ہے۔، پھر اٹھتی ہوئی لہر در لہر دائروں کو وسیع اور وسیع تر بنادیتی ہے۔ اس صورت حال کی وجہ یہ ہے کہ جب افراد ناانصافیوں اور عدل کے مفقود ہو جانے کا مشاہدہ کرتے ہیں، تو ان میں سے بیشتر صرف اور صرف اپنے فائدہ کو مدنظر رکھتے ہوئے خود اپنے نفس کی تعیناتی اور ہوا وہوس کے تحت اقدام کرتے ہیں ۔ اس طرح اگر غور کیا جائے تو نظر آئے گا کہ کسی مرکز سے اٹھنے والی لہروں کا جال مرکز سے جتنا دور ہوتا جاتا ہے۔ لہروں کا دائرہ اتنا ہی بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور جب بادمخالف ان کی سدراہ ہوتی ہے تو اس کا زور گھٹتے گھٹتے کم ہوجاتا ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ غیر عدل کا سدباب عادلانہ اقدامات کرسکتے ہیں۔ مصنف نے اس نظریۂ کو دباؤ والی لہروں کا نظریہ فساد (Repressire Wave Corruption Theory) کہہ کر بیان کیا ہے۔

عدل وانصاف پر مبنی معاشرہ پر ہر ایک کا بھرپور اعتماد ہوتا ہے۔ اسی لئے معاشرہ صحتمند رجحانات وعمل کا حامی ہوتا ہے ۔ دراصل یہ معاشرہ اپنی جہت آپ پاسکتا ہے اس کی بھرپور نشوونما اور ترقی ہوسکتی ہے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین کرلینا چاہئے کہ کوئی بھی مادی نظام جس کی اساس عقائد وعمل پر نہ ہوتو وہ اپنی منزل پاسکتا ہے اور نہ قائم ودائم رہ سکتا ہے۔

استحصال ، ذخیرہ اندوزی، ناجائز منافع خوری اور جلد امیر ہونے کی ہوس نے معاشرہ کے ڈھانچے پر ضرب کاری لگائی ہے۔ آج نظام حیات مفلوج سا ہوکر رہ گیا ہے۔ مشاہدہ ہے کہ ایسے میں حقوق پائمال ہوتے رہتے ہیں۔ خاص کر ان کے جو مجبور وناتواں اور بے سہارا افراد ہیں، جن میں محنت کش مزدور بھی شامل ہیں۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم مجبور وناتواں کے حقوق کو پہچانیں اور خود بھی اکل حلال کمانے اور جائز طور پر روٹی روزی کمانے کے طریقے اپنائیں۔ ''مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرنے کی عادت ڈالیں اور خود بھی محنت سے منہ نہ موڑیں۔ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جانے والے اور محنت سے منھ موڑنے والے لوگ دنیا میں کچھ کرہی نہیں سکتے، وہ نہ اپنے ساتھ انصاف کرتے ہیں اور نہ اپنے اہل وعیال اور متعلقین کے ساتھ۔

انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے خالق کے ودیعت کئے ہوئے مقصد حیات کو پا لینے کے لئے اس طرح مشغول عمل رہے کہ وجود باہم (Mutual Existence) کا عامل بن جائے۔ پیغمبرؐ آخرالزمان نے ارشادفرمایا ہے۔کہ ''الناس کأنسان المشط (یعنی لوگ مثل کنگھی کے دانوں کے ہیں) پھر بھلا اسلام انسان انسان کے مابین غیر عدل کوکیسے برداشت کرسکتا ہے؟ یہ غیرعدل ہی ہے جس کی وجہ سے نظام حیات، چاہے وہ معاشرتی ہو، اجتماعی ہو یاسیاسی فاسد ہوکر رہ جاتا ہے۔ اور یاد رہے کہ خود اپنے نفس کو بھی عدل پر بالادستی حاصل نہیں ہے۔ یہی پیغام قرآن ہے۔ اورشاد ہورہا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ۲

(یقیناً اللہ تم کوحکم دیتا ہے کہ پہنچا دو امانتیں ان کے مالکوں تک اور جب تم فیصلہ کرو مابین لوگوں کے تو حکم کرو عدل کے ساتھ۔ یقیناً اللہ اس بارے میں تم کو بہت اچھی نصیحت کرتا ہے۔ یقیناً اللہ سننے والا، دیکھنے والا ہے)

اور یہ کہ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلَى أَنفُسِكُمْ أَوْ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللّٰهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلَاتَتَّبِعُوا الْهَوَى أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۳

(اے وہ لوگو! جو لائے ہوتم عدل پر قائم رہنے والے (اور) اللہ کے لئے گواہی دینے والے بنو خواہ تمہارے خلاف ہو یا تمہارے والدین اور قرابتداروں کے اور کوئی (امیر ہویا غریب (کے) پس اللہ ان سے اولیٰ ہے۔ پس تم پروی نہ کروخواہش نفس کی عدالت کے بارے میں اور اگر تم پھرکر گواہی دو گے یا بالکل انکار کروگے (تو) جو کچھ تم کرتے ہو، خدا اس سے خوب واقف ہے)

مندرجہ بالا آیت میں کچھ سب بیان کردیا گیا ہے۔ عدل وانصاف نے ہر معاملہ اور ہر ہرفرد کا احاطہ کرلیا ہے۔ عدل اتنا ہی ضروری ہے کہ کتاب خدا اس کی طرف بارباتوجہ دلاتی ہے۔ قرآن کا نظریۂ عدل بے مثال ہے۔صحن عالم میں فرد کی فرد سے اور کسی قوم کی کسی قوم سے یا قوموں سے دشمنی عدل پر کاربند نہ ہونے کا سبب بنتی ہے۔معاشرہ اور معیشت سبھی بگڑ کر رہ جاتے ہیں۔ زمین کا قصہ ہر یا زرکا،تجارت کی بات ہو یا نمود وتقسیم دولت اور وسائل کی اس آیت کی رع سے عدل سے کام لینا چاہئے ۔ نہ کوئی ظالم رہے اور نہ کوئی مظلوم ۔ دشمن کے ساتھ ہی عدل کرنا ہے۔ یہی

حکم خداوندی ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلاَيَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلاَّ تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۴

(اے ایماندارو ! خدا (کی خوشنودی) کے لئے عدل کے ساتھ گواہی دینے کے لئے تیار رہو اور (دیکھو) تمہیں کسی قوم کی عداوت اس جرم میں نہ پھنسادے کہ تم ناانصافی کرنے لگو۔ (خبردار) تم (ہر حال میں) عدل کرو۔ یہی پرہیزگاری سے بہت قریب ہے اور خدا سے ڈرو کیونکہ جو کچھ تم کرتے ہو (اچھا اور یا برا) خدا اسے ضرور جانتا ہے)۔

قرآن کے چھٹے پارہ میں سورہ المائدہ کی ۴۱ ویں اور ۴۲ ویں آیتوں کے معنی ومطالب پر غور فرمائیں ، ان لوگوں کا ذکر ہورہا ہے جو دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب کا مزہ چکھی گے ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جھوٹی باتوں کو غور سے سنتے ہیں اور حرام خور ہیں ، اس کے باوجود حکم خدا ہے کہ ...'' وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۵ (پس اگر تم فیصلہ کرو (تو ان کے مابین عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔ بے شک اللہ عدل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔اب مندرجہ بالا احکامات کی رو سے اگر ہم عصر جدید کے معاشرتی اور اقتصادی مسائل کی الجھتی گتھی میں غیر امانتدارانہ اقدامات کا تجزیہ کریں تو ہمیں پرواہوگا کہ یہ غیر عادلانہ اور یہ زندگی اور معاشی اور معاشرتی اقدامات ہیں جنہوں نے انسان کا دل انسان سے اور بھائی کا دل بھائی سے کشیدہ کردیا ہے۔ ساتھ رہتے ہی مگر بے اعتباری کے ساتھ ۔اس طرح انسانی معاشرہ فاسد ہوکر روبہ زوال ہے۔

عصر جدید کے اقتصادی مسائل مختلف النوع ہیں، مگر ان سب کی وجہ ایک اور صرف ایک ہے ،عدل کی کمی یا اس کا مفقود ہونا۔ یہی وجہ ہے کہ استحصالی قوت پنپتی ہے ، چاہے وہ مستضعفین کا مستکبرین کے ہاتھوں استحصال ہو یا وسائل کا غیر منصفانہ بٹوارہ یا پھر امیر وغریب کا فرق سب ہی اسی کے مظہر ہیں۔ لیکن دنیا میں رائج مختلف النوع اقتصادی نظریات اور طریقہ کار جن کے اپنے اپنے اصول ہیں، سے ہٹ کر اسلامی اقتصادکی بنیاد'' باہمی ذمہ داری اور سماجی عدل'' پر مبنی ہے اور سماجی عدل کا اسلامی پرتو دو عام اصولوں کو سموئے ہوئے ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی اپنی نہج اور اپنا تشخص ہے۔ ان میں سے پہلا (اصول) ہے باہمی ذمہ داری کا عام اصول اور دوسرا اصول ہے سماجی توازن (Social Balance) کا (انہیں کے تحت) اصل سماجی اقدار اسلامی نظریۂ باہمی ذمہ

داری اور توازن کے زیر اثر رہ کر حاصل کئے جاتے ہیں۔زریں اصول سماجی عدل نمایاں ہوتا ہے۔... اسلام نے تابناک تاریخی تجربہ کے دور میں وہ اقدامات کئے جس کی وجہ سے ایک بہترین انسانی سماج کی تشکیل ہوئی۔ (یہ اصول) آسان اور نمایاں تھے۔جن کا تمام تر تعلق معاشرہ کے اصل جزو سے تھا'' ۶؎

اس طرح یہ واضح ہوتا ہے کہ نفسیاتی عنصر کو بھی نظر میں رکھتا ہے۔، اس فکر کے ساتھ کہ'' اس کی تشکیل روحانی اور دانشورانہ ہو، اور اس طرح کہ اس کے نظریات اور مقصد میں تال میل رہے'' اسلام اصلاً ایک منصفانہ سماجی اور اقتصادی نظام کی تشکیل پر زور دیتا ہے ۔ ایسا سماجی اور اقتصادی نظام جس میں'' جبر و استبداد کی صورت حال نہ ہو۔ جہاں امیر غریبوں سے زور زبردستی کے انداز میں گفتگو نہ کریں، ان کا استحصال نہ کرسکیں، انہیں کم منزدوری پر محنت کرنے کے لئے مجبور نہ کریں۔ مستضعفین کو تقویت دنیا چاہئے اور ان کی بہتری کے لئے اقدامات کرنا چاہئے'' ۷؎

ہم سب خدا کی مخلوق ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ عدل کی رو سے روابط رکھنا چاہئے اور یہ خیال رکھنا چاہئے کہ جو برا کرے گا عدل وانصاف کی رو اس کا مزہ چکھے گا۔ جو اچھا کر نے والے ہیں وہ بھی اس کا نتیجہ حاصل کریں گے ۔ یہ دنیا انسانوں کے لئے خلق کی گئی ہے لہٰذا ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم وسائل کا استعمال نیکیوں کے ساتھ زندگی گذارنے کے لئے کریں تاکہ حدیث رسولؐ کی روشنی میں یہ دنیا آخرت کی کھیتی بن جائے (الدنیا مرزعة الاخرہ) بن جائیگا اس کا مطلب یہ ہے کہ عصر جدید کے تمام تر اقتصادی مسائل کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ لوگ یہ بھول چکے ہیں کہ اس دنیا کے بعد بھی ایک زندگی ہے۔اگر ایمان ہے (جو ہونا چاہئے کہ ہر روز کا شمشانوں اور قبرستانوں میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ) ہر ایک ذی روح کو ایک نہ ایک دن یہ دنیا چھوڑنا ہے ۔تو یہ خیال بھی رہنا چاہئے کہ اس دنیا کے وسائل کا ہمیں صحیح طور پر جائز اور منصانہ استعمال کرنا چاہئے ،مکر ودغا، فریب وفساد، چاہے وہ اقتصادی برائی کا باعث ہو یا سماجی برائی کا سبب سے بچنا چاہئے اور خدا کی زمین اور اس کے بندوں کو شر اور فساد سے دور رکھنا چاہئے۔ اس ضمن میں ذرا مندرجہ ذیل الفاظ قرآن پر غور کریں۔

وَابْتَغِ فِیمَا آتَاکَ اللّٰہُ الدَّارَ الْآخِرَۃَ وَلاَتَنسَ نَصِیبَکَ مِنْ الدُّنْیَا وَأَحْسِنْ کَمَا أَحْسَنَ اللّٰہُ إِلَیْکَ وَلاَتَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْأَرْضِ إِنَّ اللّٰہَ لاَیُحِبُّ الْمُفْسِدِینَ ۔۸؎

(اور جو کچھ خدا نے تجھے دے رکھا ہے اس میں آخرت کے گھر کی بھی جستجو کراور دنیا سے جس قدر تیرا حصہ ہے مت بھول جا، اور جس طرح خدا نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے، تو بھی اور وں کے ساتھ احسان کر اور روئے زمین میں فساد کا خواہار نہ ہو، اسی میں شک نہیں کہ خدفساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا)

لہٰذا انسان کی ذمہ داری ہے کہ زاد آخرت بھی جمع کرے اور دوسروں کے ساتھ احسان اور حسن سلوک سے پیش آئے ، کہ زمین فساد سے پاک رہے۔ فساد صرف جھگڑوں اور قتل وغارتگری ہی کا نام نہیں ہے ، دوسروں کے حقوق کا غصب کر لینا کمزوروں اور بے سہارا افراد پر ذہنی دباؤ بنائے رکھنا اور ہر طرح کا استحصال فساد کے زمرہ میں آتے ہیں ۔

مندرجہ بالا اصول انسان کو نقطۂ اعتدال پر رکھنے میں مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے ۔انسان کو اصولوں پر کار بند رہنا چاہئے اور جیسا کہ حضرت علیؑ نے امام حسنؑ کے لئے اپنے وصیت نامہ میں تحریر کیا ہے'' ......اپنے اور دوسروں کے درمیان خود اپنی ذات کو میزان بنا نا چاہئے ،'' جو بات خود اپنے لئے'' ناپسند'' ہو، اسے دوسروں ' کے حق میں بھی کی نا پسند'' کرنا چاہئے ۔'' کسی پر ظلم نہ'' کرنا چاہئے'' کیونکہ دوسرے کا ظلم (کوئی) اپنے آپ پر نہیں چاہتا ۔لوگوں کی جو باتیں (خود اپنے لئے) ناپسند ہوں، وہ ان کیلئے بھی نا پسند'' کرنا چاہیں ۹ ۔انسان کو خدا نے زمین پر صاحب تصرف قرار دیا ہے اور اس میں ......(اسکے لئے) وسائل معاش عطا کئے ہیں : وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ ۱۰ (اور یقیناً تمکنت دی ہم نے تم کو زمین اور پیدا کئے تمہارے لئے اس میں زندگی کے سامان ۔ بہت کم ہے ، جو شکر کرتے ہو) ۔ اور وسائل کے بے جا استعمال پر، جیسا کہ اس مضمون میں ابتدا کہا گیا ہے ، یہ کہ کر روک لگادی کہ کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو ، کیونکہ یہ اسراف ہی ہے جو ہوا و ہوس کا ذریعہ بن کر استحصال کی راہ کی طرف لے جاتا ہے ، انسان کو اکسانا ہے ۔ اس طرح معاشرہ اتھل پتھل کا شکار ہو جاتا ہے ۔ لوگوں کے دل ایک دوسرے سے کشیدہ رہتے ہیں اور اصل انسانی روابط مٹتے چلے جاتے ہیں ۔ لہٰذا یہ نہایت ہی ضروری ہے کہ انسان اکل حلال کمائے اور اس سے اپنے جائز مطالبات کو پورا کرے ، اور اعتدال کے ساتھ زندگی بسر کرے۔ رزق حلال کمانے کیلئے سعئی پیہم کرنے میں حرکت وبرکت ہے ، یہی درس ہمیں اسلام انسان کی عظمت اور اس کی عظمت کا رگری کو دوبالا کرنے کیلئے ہمیں دیتا ہے ۔ یہاں پر یہ بیان کر دینا

مناسب ہوگا کہ ہم انتظامی امور (Administration) ،کھیتی باڑی (Agriculture)اور اس سے وابستہ کاموں اور صنعتوں (Industries) اور تجارت (Trade) میں لگ کر اپنے لئے اکل حلال کماسکتے ہیں ۔عصر جدید کی اصطلاح میں پیدا وار (Production) کے چار وسائل (Factors of Production)،یعنی زمین(Land)،محنت(Labour)،تنظیم اور انتظامی امور (Organisation and Managemet) اورنجکاری (Enterprise)کے ذریعہ روزی حاصل کی جا سکتی ہے، بشر طیکہ ملاحتوں ، سرمایہ اور کارکردگی کا مصرف جائز طریقہ سے کیا جائے ۔ مثلاً پیداواری وسائل(Factors of Prodnction) کا مصرف نشہ آور چیزیں بنانے اور ان کی تجارت کی جائے تو ایسا کرنا حرام ہوگا زمین سے حاصل کی جانے والی یعنی کھیتی باڑی سے حاصل ہونے والی آمدنی جائیز تصور کی جائے گی ۔ اگر زمیں دوسروں کو استعمال کے لئے دی گئی ہوتو جائز طور پر، رضامندی کیساتھ، حاصل کی گئی آمدنی کا شمار لگان (Rent) میں کیا جائے گا ۔مزدوروں ، کارندوں اور منتظمین کی آمدنی کا شمار اصطلاحاً مزدوری (Wages)میں ہوگا ، چاہے وہ کسی فرد یا طبقہ کی جسمانی محنت سے تعلق رکھتی ہو یا دماغی (ذہنی)محنت سے ۔ ہم جسمانی محنت وکدوکاوش سے حاصل ہونے والی آمدنی کو کوئی بھی نام کیوں نہ دے لیں مثلاً مزدوری (Wage)جو جسمانی محنت کی اجرت تصور کی جاتی ہے، یا تنخواہ (Salary)جس سے دفتروں میں کام کرنے والوں کی اجرت ادا کی جاتی ہے،مگر یہ دونوں کو علم الاقتصاد (Economics)میں مزدوری (Wages)ہی کہاجاتا ہے کیونکہ محنت جسمانی ہو یا ذہنی دونوں محنت کے زمرہ میں آتی ہیں اور محنت کی اجرت مزدوری ہے۔ اب رہا روپیہ قرض دے کر سود کمانا ، تو ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام جو سرمایہ اور سرمایۂ کاری کے فوائد کو تسلیم کرتاہے، سرمایہ کوادھار دے کر اس سے سود کمانے کوحرام قرار دیتاہے'' کیونکہ دراصل سود ہی ہے جو لاگت (Cost) کا جزوبن کر قیمتوں میں اضافہ کا باعث ہوتاہے اور بڑھتی ہوئی قیمتیں شرح سود میں اضافہ کا باعث بنتی ہیں اور معاشرہ ایک ایسی صوررت حال سے دوچار ہو جاتا ہے جہاں سود اور قیمت ایک دوسرے کا پیچھا کرتے ہیں۔ اسی لئے سودایک پہلے سے طے شدہ نرخ (Rate)پر لیا اور دیا جاتاہے۔ اسلام نے استحصالی سودی نظام (Exploitative System of Interest) کے بدلے مضاربہ [11] کو جائیز قرار دیا ہے سودی نظام میں سود خور اپنے مال کو محض سودخوری کے لئے استعمال کرتا ہے اور خود معطل ہوکر رہ جاتا ہے اور اپنی تمام کدوکاوش کو سود کے ذریعہ مال کے بڑھانے میں لگا دیتا

ہے ۔مضاربہ میں نہ تو سرمایہ معطل رہتا ہے اور نہ سرمایہ کاری کرنے والا اور اس طرح سے نہ صاحب مال۔ جو صاحب مال اپنا مال کاروبار کے لئے پیش کرتا ہے ، اسے مضاربہ کہتے ہیں۔ عامل وہ ہوتا ہے ، جو اپنی صلاحیتوں اور محنت کو بروئے کار لاتے ہوئے ایجینٹ بنکر کام کرتا ہے۔ اس طرح مضاربہ میں بنک ، مضارب اور عامل ، دونوں کے مابین صاحب مال کا وکیل بن کر اس کا مال عامل کے حوالے کرتا ہے ۔اس طرح '' اسلامی فقہہ میں 'مضاربہ' وہ مخصوص قرار داد ہے، جو سرمایہ کے مالک اور کاروبار کرنے والے کے درمیان اس شرط پر طے پاتی ہے کہ کاروباری آدمی صاحب مال سے اسکا مال لے کر کمیشن پر کاروبار کرے ۔اس طرح ایک فریق کا مال رہے اور دوسرے کی محنت ۔اور فائدہ میں دونوں فریق فیصدی کے اعتبار سے حصہ دار ہوں ۔۱۲؎ اگر کاروبار میں منافع ہوگا تو دونوں فریق اپنی قرار داد کے بموجب منافع کو آپس میں تقسیم کر لیں گے ۔اور اگر مال اصلاً مثل سابق باقی رہے گا ، (یعنی)نہ تو منافع ہوگا اور نہ نقصان ،تو اس صورت میں صاحب مال کو اسکا پورا مال واپس مل جائے گا اور محنت کرنے والے کی ساری محنت برباد ہوجائے گی اس طرح صاحب مال نے وہ منافع نہ حاصل کیا جو وہ اپنے مال کو کہیں اور لگا کر حاصل کرتا اور عامل نے اپنی محنت کا اجر۔ اور اگر سرمایہ گھٹ گیا یعنی خسارہ ہوا تو اس خسارہ کی یا نقصان کو سرمایہ کے مالک کو برداشت کرنا پڑے گا، کاروبار کرنے والے،عامل ،کوذمہ دار قرار نہیں دیا جاوئے گا اور نہ اس سے کوئی تاوان طلب کیا جائے گا ۔ اس کی سزا کے لئے اس کی محنت کا اکارت ہوجانا کافی ہے ۔''

'' البتہ اگرایجنٹ کو مال مضاربہ کے بجائے قرض پر دیا گیا ہے تو اس سے خسارہ کی تلافی کا مطالبہ کیا جائے ۔اس لئے کہ نقصان سے قرض کے مطالبہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس صورت میں منافع ہونے پر بھی صاحب مال کچھ نہیں لے سکتا ، اس لئے کہ قرض دیکر کر فائدہ اٹھانا سود ہے اور سود اسلام میں حرام ہے ۔۱۳؎

مندرجہ بالا نکات کی روشنی میں سودی نظام سے ہونے والے نقصانات پر ذرا غور کیجئے :بڑھتے ہوئے سود کا لاگت (Cast) میں شامل ہونا ، نقصان کی صورت میں بھی سود کا ادا کیا جانا اور بیمار صنعتوں (Sick Industries) اور اکایوں (Units) پر سود کا بڑھتا ہوا بوجھ ہمارے معاشی نظام کو کہاں سے کہاں لئے جا رہا ہے ؟ قیمتیں بڑھتی جا رہی ہیں ۔مضاربہ کی صورت میں ہر ایک کو اسکا حق ملتا ہے اور ہر ایک کو اپنی ذمہ داری نبھانا ہوتی ہے ۔کسی کو کسی دوسرے سے محض خود اپنی ہی بھلائی کو

مدنظر رکھ کر معاملات طے کرنے کی کوئی اجازت نہیں ہے۔" مضاربہ کے معاملات میں بنک اور صاحبان اموال کا حق نکالنے کے بعد منافع کا حقیقی مالک عامل ہی ہوا کرتا ہے۔جس طرح کہ سودی بنکوں میں بنک کا سود ادا کرنے کے بعد سارے فوائد کا مالک وہ کاروباری انسان ہوتا ہے، جس نے بنک سے بطور قرض مال لے کر اپنے کاروبار میں لگایا ہے۔[۱۴]

عدل وانصاف پر مبنی ایک صحت مند معاشرہ میں یہ ممکنات میں سے ہے کہ افراد اور ادارے ایک دوسرے کو پہچانتے ہوئے، ایک دوسرے کے اتنے قریب آجاویں کہ بنکوں کی وکیل محض کی حیثیت سے ضرورت ہی نہ پڑے اور لوگ ایک دوسرے کیساتھ خود خدا لگتا عہد وپیمان کرلیں۔ البتہ تکنیکی صلاح دینے اور مالی اور اقتصادی مشوروں کے لئے ان بنکوں کی ضرورت پڑسکتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مستقبل میں غیر سودی بنک کاری کے نظام کے تحت بنکوں کے مقاصد اور ان کے دائرہ کار میں نمایاں فرق نمودار ہوسکتا ہے۔ اور آج بھی بنک اپنے ماضی کے خطوط اور نہج کے مقابلہ میں نمایاں طور پر نئی راہیں تلاش کرتے چلے جارہے ہیں۔

بعض حضرات غیر سودی نظام بنک کاری کو ایک اسلامی نظریۂ اورتحریک کہہ کر' ٹال' سکتے ہیں' مگر انھیں ایسا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ مسئلہ سود اور سودی نظام بنک کاری بہرحال ایک مستقل موضوع بحث بنا ہوا ہے۔مشہور مغربی ماہر اقتصادیات گاڈفرائیڈ ہیبرلر (Godfried Haberler) کا کہنا ہے: " سود کا نظریہ عرصہ دراز سے معاشیات کی سائنس میں ایک کمزور (استدلال کی) حیثیت کا حامل رہا ہے، اور (آج بھی) سود (Interest) کی تشریح اور اس کے نرخ کا تعین ماہرین اقتصاد کے مابین/معاشیات کے کسی (بھی) عام نظریۂ کی شاخ سے کہیں زیادہ، بدستور اختلاف باعث اختلاف بنے ہوئے ہیں۔ [۱۵] یہاں یہ بات بھی ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے واقعات اور حالات کے دھاروں نے ایک خاص نہج اختیار کرلی ہے، جسکی وجہ سے دنیا میں ایک افسوسناک طبقاتی نظام وجود میں آگیا ہے۔ انسان کا انسان سے منھ موڑنا، بٹوارہ کی صورت اختیار کرچکا ہے۔متکبرین اور مستضعفین کے طبقات وجود میں آچکے ہیں۔ استحصالی قوتوں نے بنی نوع انسان کو خوش حال افراد (Haves) اور محروم افراد (Have-nots) میں بانٹ دیا ہے۔ پچھڑے ہوئے غریب افراد' گروپوں اور ممالک کی قسمت آج بھی بین الاقوامی سطح پر ہونے والے مذاکرات اور اقدامات (زیادہ تر زبانی جمع خرچ) اور تحریری دستاویزات کی مرہون منت ہے۔ ان کی قسمت

گویا کہ ساکت وصامت دبکی ہوئی محو حیرت ہے ۔ اشتراکیت (Communism) اور سرمایہ دارانہ نظام (Capitalist System) دونوں ہی اس اعلان کے ساتھ کہ انھوں نے کم وسائل والے اور محروم افراد وممالک کی تقدیر بدلنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے ، ایک دوسرے سے متضاد دعوے کرتے رہے ہیں ۔ اور یہ کم وسائل والے افراد تہذیب وتمدن کی ارتقائی منزلوں پر گامزن رہنے کے باوجود آج بھی ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اقتصادی دستاویزیں لکھنے والوں کی توجہ محض کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔

خوش حال افراد وممالک کی ذمہ داری ہے کہ خدا نے انھیں جن مادی اور ذہنی وسائل سے نوازا ہے ، انھیں جو استعداد جسمانی اور ذہنی عطا کی ہے ، اسکے لئے وہ اپنے خالق کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ، مفلوک الحال افراد وممالک کے دکھ درد کا خیال کریں ۔ ارشاد خداوندی ہے کہ: الم ☆ ذَلِکَ الْکِتَابُ لاَرَیْبَ فِیهِ هُدًی لِلْمُتَّقِینَ ☆ الَّذِینَ یُؤْمِنُونَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیمُونَ الصَّلاۃَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ یُنفِقُونَ ☆ [۱۶] (الم ، یہ کتاب جس میں کوئی شک نہیں ، ہدایت ہے ان متقیوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں غیب پر اور قائم کرتے ہیں نماز اور جو کچھ ہم نے ان کوی دیا ہے ، اس میں سے کچھ خرچ کرتے ہیں ......)

بقول علامہ اردبیلی انہیں انکی طرف آسرا لگائے ہوئے افرادکو اپنی دولت میں سے دینا چاہیئے تاکہ غذا اور لباس میں مالک اور غلام برابر ہو سکے ۔ ابوذرغفاری کے لئے کہا جاتا ہے کہ انہیں نے جب پیغمبرؐ کو یہ کہتے سنا کہ تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں ، انہیں وہی لباس عطا کرو، جوتم خود پہنتے ہو، جو کچھ تم کھاتے ہو ، اسی میں سے نہیں بھی کھلاؤ' تو اس کے بعد سے ان کے اور ان کے غلاموں کے لباس میں کوئی فرق دیکھنے میں نہیں آیا ۔ اس طرح مندرجہ بالا آیات کی رو سے مستضعفین جہاں اور کمزور اور بچھڑے ہوئے افراد اور ممالک کی امداد کی طرف توجہ مبذول ہوتی ہے۔

قرآن بنی نوع انسان کو اپنے علم اور اپنی صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے دوسروں کے استحصال سے منع کرتا ہے کیونکہ تمام تر قوت وصلاحیت چاہے وہ مادی وسائل کیوجہ سے ہوں یا ذہنی ہوں سب خدائے بزرگ اور مالک یوم الدین کا عطیہ ہیں ۔ اس لئے انسان ترقی اور اقتدار کے جتنے زینے بھی چڑھتا چلا جائے اسے شکر خدا کرتے رہنا چاہئے ۔ تاریخ عالم میں قارون کا عبرتناک واقعہ موجود ہے ۔ قرآن از راہ نصیحت اس طرف ہماری توجہ مبذول کراتا ہے : قَالَ إِنَّمَا أُوتِیتُهُ عَلَى عِلْمٍ

عِندِی أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا وَلاَيُسْأَلُ عَنْ ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ۔[۱۷]

قارون کہنے لگا کہ یہ مال ودولت تو مجھے اپنے علم (کیمیا) کی وجہ سے حاصل ہوا ہے ۔ کیا قارون نے بھی خیال نہ کیا کہ اللہ اس سے پہلے ان لوگوں کو ہلاک کر چکا ہے ، جو قوت اور جمعیت میں اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر کے تھے ۔ اور گنہگاروں سے ان کی سزا کے وقت ان کے گناہوں کی پوچھ گچھ نہیں ہوا کرتی ۔ اس طرح اسلام اپنے علم کو بروئے کار لاتے ہوئے ، دوسروں کا استحصال کرنے والوں کے ارادوں پر روک لگاتا ہے ۔

مندرجہ بالا آیات میں بیان کردہ اصول کی رو سے اگر افراد اور ممالک ، افسر اور تاجر ، پڑھے لکھے اور اور دیگر سب ہی لوگ اپنا اپنا محاسبہ کریں تو یہ دنیا استحصال ،ظلم و استبداد اور اقتصادی نا برابری سب ہی سے پاک ہوجائے گی ، بشرطیکہ نیت صاف ہو اور کارگزاری بامقصد ۔

عصر جدید میں دولت کے اور دولت کمانے کے مواقع کے نامساعد بٹوارے کیوجہ سے سماجی اور اقتصادی فلاح کے لئے کی جانے والی کوششوں کی ضرورت اور اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے ، کیونکہ صحن عالم میں '' آزاد جمہوری نظام '' کے نعرے بلند ہیں ، جن کی رو سے زیادہ سے زیادہ افراد کا زیادہ سے بھلا (Maximum Good of Great Numbers) ہوتا چاہیئے ۔ اگر اکثریت کی جائز اور مدبّر وقبول آواز اپنا مقام حاصل کرے ، تاکہ عوام پر امن اور خوشحال زندگی کے مقصد کو حاصل کر لیں اور مختلف افراد اور قوموں کے مابین زیادہ سے زیادہ اتفاق اور اتحاد پیدا ہو سکے ۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آج جبکہ ہمارے سروں پر نفاق اور جنگ وجدال کے بادل منڈھلا رہے ہیں ، نوع انسان میں سے ہر ہر فرد کے مابین (Mutuality) اور با اہمیت والے وجود (Mutual Existence) کی ، نہ کہ وجود باہم (Co-existence) کی ضرورت ہے ، تاکہ انسانیت کی آواز اسلحوں کی جھنکار تلے دب کر لا وجودیت کی نیند میں سو نہ جائے ۔ لوٹ کھوٹ اور استحصال کے بدلے محنت ومشقت کیساتھ حلال طریقوں سے روزی کمانا واجبات میں سے ہے ۔ ارشاد رب العزت ہے : يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَتَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلاَّ أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ (ایک دوسرے کا مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ) لیکن یہ کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو ...... (سورۃ النساء آیت ۲۹) حدیث میں وارد ہے کہ حلال طریقوں سے دولت کا حاصل کرنا ، تاکہ خود اپنی اور اپنے اہل وعیال کی روزی حامل کی جا سکے ، صرف واجبات

ہی میں سے نہیں ہے، بلکہ مذہب کی رو سے قابل مدح بھی ہے۔

قرآن افراد اور گروہوں کو اپنے عمل کے ذریعہ جائز مطالب اور فوائد حاصل کرنے کی ترغیب دلاتا ہے۔ ارشاد ہے: وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِ نسَانِ إِلاَّ مَا سَعَى ،۱۸؎ اور یہ کہ انسان کیلئے نہیں ہے مگر وہی جسکے لئے اس نے کوشش کی۔ دوسروں کے حقوق کو پائمال کرنا اور خودارادی طور پر بے کار (Unemployed) پڑے رہنا، دراصل ایک لعنت ہے، کیونکہ اس طرح کی زندگی گذارنے کی اگر اجازت دے دی جائے تو ایک ایسا معاشرہ۔ ایک ایسا سماجی اور اقتصادی نظام اور اسکا ڈھانچہ (Structure) ابھر کر سامنے آئے گا کہ جس میں اور ان کے گروہ، علاوہ ان لوگوں کے صاحبان ایمان اور عمل ہیں، ہمیشہ اس گھات میں لگے رہیں گے کہ کب کوئی موقعہ ہاتھ آئے اور وہ دوسروں کا مال ہڑپ کرلیں اور ان کے حقوق پائمال کر ڈالیں۔ اس طرح ایسے افراد دولت اور صرف دولت اکٹھا کرنے میں لگ جائیں گے، جائیز اور ناجائیز میں بلا کسی فرق کے۔ ظاہر ہے کہ ان اقدامات سے معاشرہ بے راہ روئی حقوق کی پائیمالی اور ظلم ظہور پذیر ہوں گے۔ بے کاری اور تعطل کا دوردورہ ہوگا۔ لہٰذا حلال طریقہ زندگی ہی ان کا سدباب کرسکتا ہے، قرآن ہمیں تعلیم دیتا ہے:
يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنْ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۱۹؎ (اے رسولو! تم کھاؤ پیو پاک چیزوں میں سے اور نیک عمل کرو، یقیناً میں اسے جوتم کرتے ہو جانتاہوں) اس طرح اگر طیبات ہی غذا استعمال میں آئیں گے تو حرام ومکروہ اشیاء کی پیداوار وتجارت سب ختم ہوجاویں گے اور وسائل کا استعمال صحیح اور فائدہ بخشی اشیاء کی پیدار ونمود کے لئے ہوگا، نہ کہ منشیات اور دوسری نقصان دہ اشیاء اور دہشت گردی کا سامان پیدا کرنے کے لئے ہوگا۔ اس طرح اسلامی علم اقتصاد اہ اہل منفعت (Real Useful ness) پر زور دیتا ہے کہ محنت اور مزدوری سے پہلو تہی کرنا اور اپنی غرض سے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا اور بلا وجہ ''نظر کرم'' کی عرضداشت پیش کرنا، کسی بھی معاشرہ میں اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا ہے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے:

''وادی میں جاکر لکڑی جمع کرنا اور اسے فروخت کرنا، بھیک مانگنے، بے معنی قناعت کرنے اور کاہلی سے بہتر ہے'' ایک دوسری حدیث میں بیان ہوا ہے کہ'' جو اپنے ہی ہاتھوں (محنت) سے کمائی ہوئی روزی پر زندہ رہتا ہے، قیامت کے دن پیغمبروں کے ساتھ ہوگا اور ان سے انعام حاصل کرے گا۔ اسی طرح ایک راوی حدیث میں وارد ہوا ہے۔ کہ'' تم میں سے کسی نے اس سے زیادہ

بہتر غذا نہیں کھائی جسے اس نے اپنے قوت بازو سے کمایا ہوا''

منقول ہے کہ کسی نے پیغمبرؐ سے ایک ایسے شخص کی بے حد تعریف کی، جو ان کے سامنے مسجد میں عبارت میں مشغول تھا۔ آنحضرتؐ نے اس کے آزرقۂ زندگی کے بارے میں استفسار کیا۔ جب آپؐ کو یہ بتایا گیا کہ اس کا بھائی اس کی اور اس کے اہل وعیال کی کفالت کرتا ہے تو آپؐ نے فرمایا:

'' اس کا بھائی اس سے زیادہ عبادت کرتا ہے:

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اکل حلال کمانا، اہل وعیال اور متعلقین کی کفالت کرنا اور ان کے روزی روٹی بہم پہونچانا بھی عنادت ہے کیونکہ اسلام ساری زندگی کا احاطہ کرتا اور آخرت کرتا اور آخرت کی جستجو کی تعلیم دیتا ہے۔ اس طرح اسلام ایک ایسا نظام عمل پیش کرتا ہے، جو انسان کی روز مرہ کی زندگی سے قریب اور وابستہ ہے۔

ایک اور حدیث اس نکتہ کو واضح کرتی ہے: محنت ومشقت کر کے روزی کمانے والے'' ہاتھ کو آتش (جہنمی کبھی نہ چھوئے گی) کیونکہ اس ہاتھ سے اللہ اور اس کا رسولؐ محبت کرتا ہے۔ وہ انسان جو اپنے ہاتھوں سے کی جانے والی مشقت کے ثمرہ پر زندہ رہتا ہے، اس پر خدا کو اپنا لطف وکرم فرماتا ہے'' اس کے علاوہ احادیث میں یہ بھی درج ہے کہ خدا کے رسولؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ '' مجھے وہ افراد پسند ہیں جو چڑھتے گرم) سورج میں اپنی روزی کمانے نکلتے ہیں۔'' اور یہ کہ وہ جس کی دعا قبول نہیں ہوتی وہ '' ایسا شخص ہے جو گھر پر بیٹھ رہتا ہے (اھ) اللہ سے روزی عطا کرنے کی دعا کرتا ہے، اور اسے حاصل کرنے کے لئے (کوئی) کوشش نہیں کرتا ہے۔'' ایسے شخص کے حصہ میں صرف ملامت آتی ہے اور اس کی ملامت اللہ اس طرح کرتا ہے۔'' کیا اس نے (اللہ نے) تمہیں تندرست اعضا وجوارح روزی کمانے کے لئے عطا نہیں کئے ہیں'' مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالب نے فرمایا ہے'' جو سستی کا فرمانبردار بنا، اس نے حقوق کھودئے۔''

اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ انسان کی عظمت اس کے محنت کرنے سے جڑی ہوئی ہے۔ کیا اس صحن عالم میں نظر آنے والی ایجادات اور نت بدلتے ہوئے نئے نظام اور ان کے تحت چلنے والے ادارے اور رونما ہونے والی ترقیاں ذہن انسانی کے مرہون منت نہیں ہیں؟ اسی انسان کی جسے اللہ نے اشرف المخلوقات بنا کر روئے زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے۔ اسی لئے اس کی ذمہ داریاں بسیار

اور اہم ترین۔ بیشک انسان کو مقصد حیات دے کر خلق کیا گیا ہے۔ لہٰذا اسے چاہئے کہ دنیا کو امن وسلامتی سے بھر دے تاکہ عدل وانصاف خدا کے بندوں کو بہم پہونچے اور دنیا آخرت کی کھیتی بن کر لہلہاتی رہے۔ نہ جھوٹے معاہدہ کئے جائیں اور نہ اقرار نامے اور وعدے توڑے جائیں ۔قرآن کا حکم ہے۔ یا ایّھا الذین لما تقولون مالا تعلمون (اے ایمان والو! وہ (بات) کیوں کہتے ہو جس تم انجام نہیں دیتے) تجارتی افراد ناموں کو لیجئے ، ان پر تجارت ، مال کی پیداوار خرید وفروخت اور لین دین کا انحصار ہوتا ہے۔ ان کے بہر وقت صحتمند طور پر انجام پذیر ہونے سے معاشرہ اور معیشت دونوں کی صحت وابستہ ہے۔ اگر ان کا توڑنا اور بر وقت انجام پانا کسی ایک فرد واحد یا گروہ کی منفعت ہی کے لحاظ سے کیا جاتا ہے تو معاشرہ اور معیشت بے چینی ، اتھل پتھل اور خود غرضی کا شکار ہو جاتا ہے، چاہے یہ معاہدے افراد سے تعلق رکھتے ہوں یا ممالک ان کا دیانتداری کے ساتھ پورا ہونا فرو سماج کی خوشحالی اور بہتری کی ضمانت ہے۔قرآن حکم دیتا ہے اوفوا باعقود (اقرار کو پورا کرو)

عصر جدید کا آمدنی اور خرچ دار مقدار کا نظریہ (Income and Expenditure to the Quantity theory of Money) زر کے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں برابر آتے جاتے رہے۔ ہر زور دیتا ہے، تاکہ افراد کے ہاتھوں میں قوت خرید آتی آتی جاتی رہے۔ اخراجات کی وجہ سے آمدنی وجود میں آتی ہے۔ کارگران اپنی محنت کر کے قوت خرید بصورت زر حاصل کرتے ہیں ، اور ان ہی کی محنت کے نتیجے میں اشیاء اور خدمات کا ایک سرچشمہ جاری ہوتا ہے، جو بازار آکر بکتا ہے، اس لئے جب تک خرچ نہ کیا جاوے گا، نہ تو روپیہ پیسہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں جائے گا اور نہ آمدنی وجود میں آئے گی۔ اسی طرح زر کی رفتار سفر افراد کے عمل خرچ کی وجہ سے (کم یا زیادہ)ہوتی ہے۔ کوئی بھی سماجی اور اقتصادی نظام بتدریج مائل بہ ترقی رہ کر، چل ہی نہیں سکتا جب تک کہ اس میں مال (Goods)اور خدمات (Services) کی پیداوار۔(Production) اوراسکی توزیع (Distribution)کی رفتار بھی تیز نہ ہو۔ اسکے لئے یہ ضروری ہے کہ ذخیرہ اندوزی کو ختم کیا جائے اور آمدنی اور مواقع کا بٹوارہ بھی عادلانہ ہو، کیونکہ ان کے صحتمندانہ رجحانات کی وجہ سے انسان اور انسان کے مابین تفاوت کی بڑھتی ہوئی خلیج اقتصادی نظام کو تہس نہس کر دیتی ہے۔ دولت کے ناجائز طور پر جمع کرنے پر پابندی عائد کی جائے ۔حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ

”کسی بھی ملک کی تباہی اور بربادی کی اصل وجہ اس کے عوام کی غربت ہوتی ہے، اورعوام

کی غربت کی اہم اور مرکزی وجہ اس کے حکمرانوں اور افسران کی وہ خواہش ، جس کی وجہ سے وہ دولت اور ملکیت کو بڑھاتے ہیں، چاہے وہ جائز طور سے ہو یا ناجائز طریقے سے''

آخر میں یہ بات بھی بیان کرنا ضروری ہے کہ قارئین نے آغاز مضمون میں دباؤ والی لہروں کا نظریۂ بدعنوانی (Repressive ware Corruption Theory) ملاحظہ کیا تھا۔ اگر مرکز پر حکمراں اور افسران کے ہاتھوں کوئی چھوٹی سی چھوٹی بدعنوانی بھی ہوتی ہے تو اس کا اثر اور اس کی مقدار مرکز سے دوری کے ساتھ بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں ۔ منجملہ اور وجوہات کے ایسا اس وجہ سے بھی ہوتا ہے کہ عوام میں ایک ایسا نظریہ پنپنے لگتا ہے کہ جس کی رو سے وہ یہ کہتے ہوئے سنے جاتے ہیں کہ جب حکمراں ایسا ہے تو ہمارا کیا قصور ؟ لہٰذا حکمراں کو ایسا ہونا چاہیۓ کہ اس کے اعمال اور اقوال اس طرف نشاندہی کریں کہ حکمرانوں کو حضرت علیؑ کے اس عملی قول سے سبق لیا ہے کہ'' خدا نے ائمہ برحق پر فرض کیا ہے کہ وہ اپنے کو مفلس ونادار لوگوں کی سطح پر رکھیں تا کہ مفلوک الحالی اپنے فقر کی وجہ سے پیچ وتاب نہ کھائے۔''۲۰ؔ

آپؑ نے درس عدل عمل کو بیان کرکے اس طرح بھی دیا کہ'' کیا میں اس بات پر خوش ہوجاؤں کہ مجھے امیر المومنین کہاجاتا ہے ، مگر مومنوں کی مصیبتوں میں ان کا شریک حال نہ ہوں۔ روکھی سوکھی زندگی میں ان کے لئے نمونہ (عمل) نہ بنوں؟ اس لئے تو مجھے پیدانہیں کیا گیا ہے کہ اچھے کھانوں میں میرا دل اس بندھے ہوئے چوپائے کی طرح اٹکا رہے ، جسے اپنے چار دانے کے سوا کوئی فکرنہیں ہوتی ، یا کھلے ہوئے جانور کی طرح ہوجاؤں جس کا کام بس چرنا ہے ۔گھاس سے پیٹ بھرلیتا ہے اور موسوا سے غافل رہتا ہے کیا میرے لئے یہ مناسب ہے کہ یوں ہی بے مطلب ، فائدہ عبث زندگی بسر کروں ؟'' ۲۱ؔ آپ نے مسائل کے حل اور عوام کے دکھ درد میں حکمرانوں کے شامل ہونے کی ضرورت کو یہ کہہ کر بیان کیا'' اگر میں چاہتا تو آسانی سے شہد مصفّٰی سے گیہوں کے خلاصے سے ، اس نرم ریشم سے تن آسانیاں مہیا کرسکتا تھا، مگر یہ کہاں ممکن ہے؟ خواہش مجھے مغلوب نہیں کرسکتی ، حرص اچھے کھانوں پر رجھا نہیں سکتی ، جبکہ ہوسکتا ہے کہ حجاز ویمامہ میں کوئی ایسا ہو ، جسے ایک روٹی بھی میسر نہ ہوئی ہو، کیسے ہوسکتا ہے کہ میں شکم سیر ہوں اور میرے اور میرے گرد بھوکے پیٹ ، جبکے جگر بھوک سے جل رہے ہوں'' ۲۲ؔ

مندرجہ بالا اقتباسات کی روشنی میں عصر جدید کے اقتصادی مسائل کو حل کرنے میں

حکمرانوں ، صاحبان اقتدار اور عوامی خدمت گزار وں کی کیا ذمہ داری ہے، واضح طور پر ہمارے سامنے آتی ہے۔ سچ ہے کہ وہ معاشرہ ہو یا معیشت ، فرد ہو کہ گروہ ، ملک ہو کہ قوم سب کو عدل پر قائم رہنا چاہئے۔

حوالے:

۱۔قرآن ،سورہ الاسراء ، آیات ۲۶۔ ۲۷

۲۔سورہ النساء ، آیت ۵۸

۳۔ایضاً ،آیت ۱۳۵

۴۔قرآن سورہ المائدہ ، آیت ۸

۵۔ایضاً آیت ۴۲

۶۔ آیت اللہ سید محمد باقر الصدر، The Islmaic Economics (ترجمہ اقتصادنا) سروش نمبر ۳ ترجمہ از مصنف)، تہران اسلامی جمہوریہ ایران، مئی ۱۹۹۱

۷۔ آیت اللہ روح اللہ خمینیؒ ،تقریر بموقعہ تشکیل اسلامی جمہوریہ ایران ، ۳ /اپریل ۱۹۷۹ء

۸۔سورہ القصص ، آیت ۷۷

۹۔ نہج البلاغہ صفحہ ۶۷۷، مرتبہ سید انصار حسین ماہلی ، احباب پبلیشر ،لکھنؤ ۱۹۸۲

۱۰۔قرآن ،سورہ الاعراف ، آیت ۱۰

۱۱۔’’سودی بنک کاری میں بنک دو طرفہ تعلق رکھتا ہے، ایک مال دینے والوں سے ، دوسرا قرض لینے والوں سے ، اور اسلام کے قانون میں یہ دونوں تعلقات ایک ہی تعلق کی شکل اختیار کر لیتے ہیں، جہاں مال دینے والا براہ راست قرض لینے والے سے وابستہ ہوجاتا ہے اور بنک صرف ایک واسطہ کی حیثیت سے باقی رہ جاتا ہے۔ مذہبی اصطلاح میں اس معاملہ کو مضاربہ، سے تعبیر کیا جاتا ہے۔‘‘

آیت اللہ سید محمد باقر الصدر، غیر سودی اسلامی بینکنگ کا مکمل نظام صفحہ ۷۲، ترجمہ سید ذیشان حیدر جوادی، جمالی پبلیکشن ، بمبئی ، ۱۹۷۴

۱۲۔ ایضاً ،صفحہ ۷۲

۱۳۔ ایضاً ،صفحہ ۸۸

۱۴۔ ایضاً

۱۵ ۔The Theory of Interest has for long time been a weak spot in the Science of Economics , and the explanation and deternimation of the interest rate still gives rise to more disagreements amog Economists than any other branch of economic theory (Haberler G, Prosperity and depression Leagne of Natious, Frist edition: p 195)

۱۶۔قرآن ،سورہ البقرہ ،آیات ۱تا۳

۱۷۔سورہ القصص، آیت ۷۸

۱۸۔سورہ النجم، آیت ۳۹

۱۹۔سورہ المومنون، آیت ۵۱

۲۰۔خطبہ ۲۰۷۔ نہج البلاغہ صفحہ ۶۴۳،مرتبہ سید انصار حسین ماہلی ، احباب پبلیشرس،لکھنو ۱۹۸۲

۲۱۔مکتوب ۴۵، نہج البلاغہ،صفحہ ۸۰۴،مرتبہ سید انصار حسین ماہلی ، احباب پبلیشرس،لکھنؤ ۱۹۸۲

۲۲۔ ایضاً،صفحہ ۸۰۶

☆☆☆